تنسیق العلوم: ترجمۂ اُردو ڈیوی ڈیسمل کلاسی فکیشن

تعارف

از جناب مولانا امتیاز علی خاں صاحب عرشی، لائبریرین رضا لائبریری، رام پور

کتاب خانوں کا پتہ بہت قدیم زمانے سے چلتا ہے، لیکن جس طرح ابتداء میں ہر چیز سادہ شکل میں ہوتی ہے، یہی نوعیت کتاب خانوں کی تھی، اس کے بعد جیسے جیسے تمدن ترقی کرتا گیا، کتاب خانے بھی اپنی کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے پُرکار بنتے گئے، چنانچہ دنیا کی تاریخ میں جو چند ملک اپنی قدیم تہذیب اور ثقافت کے لحاظ سے ممتاز گنے جاتے ہیں، جیسے ایران و ہند وغیرہ، ان میں بڑے بڑے کتاب خانوں کا بھی تاریخ ثبوت دیتی ہے اور یہی راز اُن کی تہذیبی ترقی کا ہے۔ چنانچہ کتب خانہ اسکندریہ، مدرسہ جندیسابور، مدرسہ نصیبین میں کتابوں کی تعداد ہزارہا بتائی جاتی ہے، ان ممالک کے حکمرانوں کو کتابوں کی فراہمی میں جو اہتمام اور دلچسپی تھی اس کا اندازہ ابن ندیم کی حسب ذیل روایت سے ہوتا ہے جو اس نے اسحٰق راہب کی تاریخ کے حوالہ سے نقل کی ہے[1]

ان بطولوماوس فیلادلفوس من ملوك الاسكندرية لما ملك فحص عن كتب العلم وولى امرها رجلا يعرف بزميرة فجمع من ذلك على ما حكى اربعة وخمسين

بطولوماوس فیلادلفوس جب اسکندریہ کے تخت پر بیٹھا تو اس کو مختلف علوم پر کتابوں کے حصول کی فکر ہوئی۔ چنانچہ یہ کام اس نے ایک شخص "زمیرہ" نامی کے سپرد کیا، لوگوں کے بیان کے مطابق اس نے چوّن ہزار

[1] ابن ندیم، فہرست (ص ۳۴۸)

الف کتاب و مأتہ وعشرین کتاباً وقال — ایک سو دس (۱۱۰۰) کتابیں جمع کیں اور بادشاہ سے
لہ: ایھا الملک! قد بقی فی الدنیا شئ — کہا: اے بادشاہ! ابھی تو دنیا میں بہت کچھ باقی رہ
کثیر فی السند والھند وفارس وجرجان — گیا ہے خصوصاً سند اور ھند، فارس، جرجان،
والارمان وبابل والموصل وعند الروم — ارمان، بابل، موصل اور روم میں۔

جن کتاب خانوں میں کتابوں کی تعداد اتنی کثیر ہو، ناممکن ہے کہ کتابوں کی وضع و ترتیب کے کچھ اصول منضبط نہ ہوں ورنہ ان سے استفادہ کی کوئی شکل تجویز نہیں کی جا سکتی۔ علم کی تقسیم (DIVISION OF KNOWLEDGE) کا نظریہ دراصل اسی ضرورت کی بنا پر وجود میں آیا ہے تاکہ کتابوں کی فن وار فہرست کی ترتیب میں اس سے مدد لی جا سکے، چنانچہ صدرِ اسلام میں جب خلفاء کی سرپرستی میں بڑے بڑے کتب خانے وجود میں آئے تو روایات بتاتی ہیں کہ ان میں کتابوں کی باقاعدہ فہرستیں بھی تھیں۔

شیخ الرئیس ابن سینا (۳۷۰ - ۴۲۸ھ) کتاب خانہ بخارا کے بارے میں لکھتا ہے[1]

فطالعت فھرست کتب الاوائل، — میں نے متقدمین کی کتابوں کی فہرست کا مطالعہ کیا،
وطلبت ما احتجت الیہ منھا ورأیت — اور ان کتابوں میں سے جس کی مجھے ضرورت ہوئی، وہ
من الکتب مالم یقع اسمہ الی کثیر من — طلب کی میں نے وہاں ایسی کتابیں دیکھیں، جن کا نام تک
الناس وما کنت رأیتہ من قبل ولا رأیت — بہت سے لوگوں کو معلوم نہیں، خود میں نے بھی اُنہیں نہ اس
من بعد۔ — سے قبل دیکھا تھا، نہ اُس کے بعد دیکھنے کو ملیں۔

قرطبہ کے کتب خانے کے بارے میں ابن خلدون لکھتا ہے[2]:

ان اسماء دواوین الشعر فی مکتبۃ قرطبا — اندلس کے خلفاء بنی امیہ کے پایۂ تخت، قرطبا کے
عاصمۃ خلفاء بنی امیۃ فی الاندلس، کانت — کتب خانے میں دواوین شعر کے نام ۸۰۰ صفحات
مدونۃ فی ثمانمائۃ وثمانین صفحۃ — میں مدون تھے۔

---

[1] یاقوت حموی: معجم الادباء، طبع مرجلیوث (۲/ ۳۱۵)
[2] ایضاً

پہلی روایت سے متبادر ہوتا ہے کہ وہ فہرست مصنف وار تھی اور آخرالذکر کی ترتیب اسمار کتب پر مبنی تھی۔

مدرسہ مستنصریہ کے کتب خانے کے بارے میں ابن الفوطی کا بیان ہے [۱]

ان المستنصر تقدم الی الشیخ عبد العزیز بن دلف الخازن الناسخ الصوفی شیخ رباط الحریم بالحضور الی المدرسة المستنصریة، واثبات الکتب واعتبارها والی ولدہ العدل ضیاء الدین احمد الخازن بخزانة کتب الخلیفة التی فی دارہ ایضا، فحضر واعتبروکرتبها احسن ترتیب مفصلا لفنونها لیسهل تناولها ولا یتعب مناولها۔

مستنصر نے شیخ عبدالعزیز بن دلف کو جو اس وقت خازن اور کاتب تھے، نیز حریم کے مسافرخانے کے داروغہ، مدرسہ مستنصریہ میں حاضر ہونے اور کتابوں کا جائزہ لینے اور ان کی حیثیت کی تعیین کا حکم دیا۔ ساتھ ہی ان کے لڑکے ضیاء الدین احمد کو بھی طلب کیا جو خلیفہ کے محل میں واقع کتب خانہ کے خازن تھے وہ بھی حاضر ہوئے اور کتابوں کو نہایت اچھے طریقے پر فنون کے لحاظ سے ترتیب دیا تاکہ ان کے نکالنے میں آسانی ہو اور پڑھنے والا دشواری محسوس نہ کرے۔

یہی مؤلف پھر لکھتا ہے [۲]:

ان الخلیفة المستعصم قصد المدرسة المستنصریة یوم الجمعة سابع شعبان ومعه الشیخ شمس الدین علی بن البنار واعتبر خزانة الکتب التی بها وانکر عدم ترتیبها ووکل بالنواب یومین ثم افرج عنهم۔

خلیفہ مستعصم نے جمعہ کے دن، ساتویں شعبان کو مدرسہ مستنصریہ کا قصد کیا، اس کے ہمراہ شیخ شمس الدین علی بن البنار بھی تھے، یہاں آکر اس نے مدرسہ کے کتب خانہ کا معائنہ کیا اور کتابوں کی بے ترتیبی کو ناپسند کیا، نتیجۃً دو دن تک کتاب خانے کے کارکن قید میں رکھے گئے۔ اس کے بعد آزاد کر دیا۔

---

[۱] ابن الفوطی: الحوادث الجامعة والتجارب النافعة (ص ۵۴) [۲] ایضاً (ص ۸۶)

اسی کتب خانے کے بارے میں شیخ محمود شکری الآلوسی کا بیان ہے[1]

وفی جنبها من جهة الغرب دار للکتب التی لم یجتمع مثلها فی غیر هذا المحل کثرة ونفاسة وقد انفرد کل فن بمحل منها، وکانت فهرست الکتب عدة مجلدات ضخام

اس کے (مدرسہ مستنصریہ) پہلو میں غرب کی جانب کتب خانہ ہے، جس میں ایسی کتابیں ہیں، جو یہاں کے علاوہ کسی دوسری جگہ اپنی کثرت اور ندرت کے لحاظ سے جمع نہیں ہوئیں، نیز ہر فن کی کتابیں وہاں الگ الگ رکھی ہوئی ہیں، ان کتابوں کی فہرست کئی ضخیم مجلدات میں تھی۔

رے کے کتب خانے کے متعلق حسن بیہقی کا بیان ہے[2]

وأنا اقول بیت الکتب الذی بالری علی ذلک دلیل، بعد ما احرقه السلطان محمود بن سبکتکین، فانی طالعت هذا البیت فوجدت تلك الکتب عشر مجلدات

میں کہتا ہوں کہ رے کا کتب خانہ سلطان محمود کے آگ لگا دینے کے بعد بھی اس پر دلیل ہے، میں نے اس گھر میں مطالعہ کیا تو ان کتابوں کی فہرست کو دس مجلدات میں پایا۔

مذکورہ روایات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ تقسیم علوم کا عملی پہلو بہت پہلے سے اہلِ علم کا معمول تھا لیکن مستقلاً علم کی حیثیت سے اس کے آثار حکیم ابو نصر فارابی متوفی ۳۳۹ھ کے زمانہ سے ملتے ہیں، اس کی کتاب "احصاء العلوم" اس فن پر سب سے پہلی کتاب ہے، اس نے علم کی پہلی تقسیم حسب ذیل چھ ابواب میں کی ہے:-

علوم لسانیہ - علوم منطق بشمول خطابت وجدل - ریاضیات - علومِ طبیعیہ -
علومِ مدنیہ - علمِ کلام اور ماوراء الطبیعۃ -
اس کے بعد ہر باب کے تحت اس کے فروعی علوم کا ذکر کیا ہے -

فارابی کے بعد اس پر متعدد کتابیں لکھی گئیں، ان میں حسب ذیل چند نام خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں -

---

[1] محمد بہجت الاثری: مساجد بغداد ومدارسها۔ [2] یاقوت حموی: معجم الادبا (۲: ۳۱۵)

(۱) خوارزمی، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن یوسف متوفی ۳۸۷ھ

اس کی کتاب "مفاتیح العلوم" اس موضوع پر فارابی کے بعد دوسری کتاب ہے، اس نے اپنی کتاب کو دو مقالوں پر تقسیم کیا ہے: پہلا مقالہ چھ ابواب میں ہے: ۱- فقہ ۲- کلام ۳- نحو ۴- کتابت ۵- شعر و عروض ۶- اخبار۔

دوسرا مقالہ نو ابواب پر مشتمل ہے: ۱- فلسفہ ۲- منطق ۳- طب ۴- علم العدد۔ ۵- علم الہندسہ ۶- علم نجوم ۷- علم موسیقی ۸- خیال ۹- کیمیا۔

یہ کتاب ۱۸۹۵ء میں لیدن سے شائع ہو گئی ہے۔

(۲) ابن ندیم، محمد بن اسحٰق متوفی ۳۸۵ھ

اس کی کتاب اس فن پر مشہور کتاب ہے جو دس مقالوں پر مرتب ہے ہر مقالہ مختلف فنون پر تقسیم کیا گیا ہے اور ہر فن کے تحت اس سے متعلق کتابوں کے نام دیئے ہیں۔ یہ فہرست کتابوں کے بارے میں معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔

(۳) ابن سینا، شیخ الرئیس متوفی ۴۲۸ھ

اس کا رسالہ "اقسام العلوم العقلیہ" اس فن پر قابلِ ذکر کام ہے، اس کے علاوہ اس نے اپنی کتاب "الشفا" میں بھی فلسفیانہ انداز پر علم کی تقسیم کی ہے۔

(۴) ابن حزم ظاہری کی کتاب "مراتب العلوم وکیفیۃ طلبہا" ۵- ابو یعقوب سکاکی متوفی ۶۲۶ کی کتاب "مفتاح العلوم" ۶- شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمٰن المقدسی متوفی ۸۵۶ھ کی کتاب "شفاء المتألم فی آداب المعلم"، ۷- لطف اللہ لطفی بن حسن التوقانی متوفی ۹۰۰ھ کی کتاب "موضوعات العلوم" قابلِ ذکر ہیں۔

(۸) اس سلسلے کا سب سے آخری اور مکمل کام طاشکبری زادہ متوفی ۹۶۸ھ کی "مفتاح السعادۃ" ہے، اس کتاب میں اس نے ایک مخصوص انداز سے علوم کی تقسیم کی ہے اور کسی جزئی سے جزئی موضوع کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔[1]

(حاشیہ صفحہ ۱۰ اشاعت ۸ پر)

یورپین ممالک میں یہ علم سولھویں صدی مسیحی سے روشناس ہوا ہے، چونکہ یہ دَور یورپ کی علمی بیداری کا تھا اس لئے چند صدی کے اندر ہی وہاں یہ علم اتنی ترقی کر گیا کہ دوسرے علوم کی طرح اسے بھی یورپ کی میراث سمجھا جانے لگا۔

ڈیوی ڈسمل کلاسی فکیشن (DEWEY DCCIMAL CLASSIFICATIN) اس سلسلہ کا ایک اہم اور مختتم کام ہے، جس میں کسی علم کے جزئی سے جزئی موضوع کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا، خصوصاً اس کا سولھواں ایڈیشن اپنی جامعیت اور ہمہ گیری کے لحاظ سے علوم اور مصطلحات علوم کا ایک انسائیکلو پیڈیا ہے، لیکن انگریزی زبان میں ہونے کی وجہ سے اس کا فائدہ مشرقی کتاب خانوں کو نہیں پہونچ سکا، غالباً یہی وجہ ہے کہ اب بھی اکثر مشرقی کتاب خانوں میں فہرست سازی اور وضع کتب کے وہی پُرانے اصول رائج ہیں، اس بنا پر اس کی سخت ضرورت تھی کہ کسی مشرقی زبان میں اس کا ترجمہ ہوتا کہ اس کا فائدہ عام ہو سکے، ساتھ ہی جو اسلامی علوم: حدیث، تفسیر، فقہ، کلام وغیرہ نیز مشرقی زبانوں سے اور ان کے ادب سے متعلق علوم اس میں نظر انداز کر دیئے گئے ہیں، ان کا اضافہ کیا جائے۔ مجھے یہ دیکھ کر بیحد خوشی ہوئی کہ یہ اہم کام میرے قدیم رفیقِ کار مولوی سید محمود حسن قیصر امروہوی صاحب کے ہاتھوں انجام پذیر ہوا، دل چاہتا ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے جو اثرات میرے اوپر مرتب ہوئے ہیں، اُن کو ناظرین کے سامنے رکھ دوں۔

اس کتاب کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس نے ڈیوی ڈسمل کلاسی فکیشن کی ایک بہت بڑی کمی کو پورا کر دیا ہے بایں معنی کہ اسلامی علوم کا اس میں اس انداز سے اضافہ کیا گیا ہے کہ مختلف علوم کے درمیان اصل و فرع کا فرق واضح ہوتا چلا جاتا ہے اور "ڈیوی" کے متعینہ کسی نمبر سے تصادم نہیں ہوتا۔ یہ اضافے قریب قریب کتاب کے ہر باب میں ملتے ہیں، ان علوم کی ایک فہرست ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے شائع ہو گئی ہے جس کی ایک کاپی مجھ کو بھی موصول ہوئی ہے، یہ فہرست ۳۶

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس پر تفصیلی بحث قیصر صاحب اپنے مقالے "تنسیق علوم کی اجمالی تاریخ" میں کر چکے ہیں، اربابِ ذوق اسے ملاحظہ فرمائیں۔

فل اسکیپ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں صرف وہ علوم ہیں جو ڈیوی نے نظر انداز کر دیئے تھے، میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے کی یہ دوسری[1] کامیاب کوشش ہے جس کے بعد مشرقی کتاب خانوں کا مسئلہ پوری طرح حل ہو جاتا ہے۔

۱- ۲۹۷ اسلام کا نمبر ہے اور ۲۹۷/۱ مصادر اسلام، اس کے بعد ۲۹۷/۲ - ۲۹۷/۷ کی تقسیم ڈیوی ۲۹۱/۲ - ۲۹۱/۷ کی طرح کراتا ہے پھر ۲۹۷/۸ کو وہ مخصوص کر دیتا ہے "فرق اسلامیہ" کے لیے اس طرح یہ تمام نمبر کچھ مخصوص موضوعات کے لئے محفوظ ہو جاتے ہیں، ان تمام نمبروں کو فروعی علوم کے داخل کرنے کی غرض سے مزید تقسیم تو کیا جا سکتا ہے لیکن بالکل بدلا نہیں جا سکتا، اب بڑی مشکل یہ تھی کہ جو علوم باقی رہ جاتے ہیں اور ان کی حیثیت مستقل ہے۔ اُن کو کیوں کر بڑھایا جائے، اس کے لئے مؤلف نے ۲۹۷/۹ سے کام لیا ہے اور اس کا عنوان "اسلام اور دیگر موضوعات" رکھا ہے، اس کی تقسیم ۰۰۰ - ۹۹۹ کی طرح کرنے پر اسلام سے متعلق ان تمام علوم کے نمبر حاصل ہو جاتے ہیں، جن پر آج کثرت سے کتابیں لکھی جا رہی ہیں اور ان کے لئے اب تک کوئی متعین نمبر نہیں تھا، مثلاً اسلام اور حکومت، اسلام کا جمہوری نظام اسلام اور اقتصادیات، اسلام اور عورت وغیرہ وغیرہ۔

۲ - ۲۹۷/۰۹ تاریخِ اسلام کا نمبر ہے جو تاریخ کا فارم ڈویژن ۰۹/ بڑھا کر بنایا گیا ہے، اس کے تحت ۲۹۷/۰۹۲ - ۲۹۷/۰۹۹ کا عنوان مؤلف نے "اسلام ممالکِ عالم میں" رکھا ہے اور اس کی تقسیم ۹۲۰ - ۹۹۹ کی طرح کی ہے، اس طرح تقسیم کرنے پر دنیا کے ہر ملک میں اسلام کی تاریخ کا ایک الگ نمبر مل جاتا ہے۔

۳ - ۲۹۹ کا نمبر ڈیوی نے ان مذاہب کے لئے مخصوص کیا ہے جو اب تک کسی نمبر کے تحت

---

[1] ڈیوی کے نظر انداز کئے ہوئے اسلامی و مشرقی علوم کی ترتیب و تنظیم اور ڈیوی کے مقرر کئے ہوئے نمبروں کے تحت ان علوم کی نمبر اندازی پر پہلی کوشش اب سے تقریباً ۲۰، ۲۵ سال پہلے حیدرآباد میں انجام دی گئی تھی۔ اس کوشش کی ایک کاپی مشورے کے لئے مجھے بھی دی گئی تھی، چنانچہ میں نے بعض علوم کے ناموں اور ان کے مقام کے بارے میں کچھ مشورے بھی دئے تھے، بظاہر اسی کے مطابق کتابخانہ آصفیہ اور جامعہ عثمانیہ لائبریری کے شعبۂ مشرقیات کی تنظیم عمل میں آئی تھی۔

نہیں آسکے ہیں، لیکن یہ کہہ کر، اس کو اپنی عام شکل میں چھوڑ دیا ہے کہ اس کی تقسیم ۲۹۰ کی طرح کی جائے اب سوال یہ ہے کہ ۲۹۰ کی طرح تقسیم کرنا تو آسان ہے لیکن عنوان قائم کرنے کے لئے مذاہب کے نام کہاں سے لائے جائیں اس لئے کہ ۲۹۰ لسانیات (LINGUISTIC) کا نمبر ہے اور اس کے تحت زبانوں کے نام ملتے ہیں مثلاً سنسکرت، ہندی، اُردو، عربی، فارسی وغیرہ وغیرہ، اس سے مقصد ڈیوی کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۲۹۰ کے تحت جن ممالک کی زبانوں کا ذکر ہے اُنہی ممالک کے مذاہب کو عنوان بنایا جائے، گویا یہ کام ایک مکمل تحقیق چاہتا ہے، قیصر صاحب نے اسی ہدایت کے مطابق ایسے تمام مذاہب کی تخریج کی ہے جس کے لئے اُن کو کافی مطالعہ کرنا پڑا ہوگا۔

ڈیوی کا تیسرا باب جو معاشرتی علوم (SOCIAL SEIENCES) سے مخصوص ہے، اس میں بھی مؤلف نے ہر مناسب موقع پر ان تمام علوم کا اضافہ کیا ہے جو اسلام کے اجتماعی اور معاشرتی پہلو سے متعلق ہیں۔

چوتھے باب (لسانیات) میں مشرقی زبانوں، اُردو، فارسی، عربی کے لسانیاتی علوم کی تقسیم اسی انداز سے کی گئی ہے جس طرح ڈیوی نے یورپین زبانوں کے علوم کو تقسیم کیا ہے، سائنسی علوم، اور ٹکنالوجی چونکہ قریب قریب سب مشترک ہیں، اس لئے صرف اصطلاح کے ترجمے کے بعد وہ سب اسلامی علوم بن جاتے ہیں مثلاً علم الحساب، علم الجبر والمقابلہ، علم ہندسہ، علم ہیئت، علم الزیج، علم الارض علم طب، علم کیمیا، علم زراعت، علم النباتات، علم الحیوانات وغیرہ وغیرہ۔

آٹھویں باب (ادب) میں اُردو، فارسی اصنافِ نظم کی تقسیم دواوین، مثنویات، قصائد منظومات، مناقب، مراثی، ہجو وہزل، نہایت موزوں تقسیم ہے اور مؤلف کے ایک طویل تجربہ کا پتہ دیتی ہے، اس کے بعد مزید تخصیص کے لئے شاعری کی دُوری تقسیم بھی کی ہے۔

عربی شاعری کا انداز چونکہ اُردو اور فارسی سے مختلف ہے اس لئے اس فرق کو مؤلف نے ملحوظ رکھا ہے چنانچہ اس میں اصنافِ نظم کی تقسیم حسبِ ذیل عنوانات کے ساتھ کی ہے:

نظم تمثیلی، نظم قصصی، اغانی، نظم اخلاقی، بیانیہ، طنزیہ،

اسی کے ساتھ عربی شاعری کا دائرہ چونکہ بہت وسیع ہے اس لئے مذکورہ بالا تمام اصناف کو حسب ذیل سات ادوار پر تقسیم کیا ہے۔

ادب جاہلی، ادب عربی، ادب اموی، ادب عباسی واندلسی، ادب عصر مغولی، ادب عصر انحطاط، ادب عصر نہضت۔

آخر میں ۷۹/۹۲ کا نمبر مؤلف نے دوسرے ممالک کے عربی ادب کے لئے مخصوص کیا ہے اور اس کے تحت ۷۹۱/۹۲ - ۷۹۸/۸۹۱ میں قریب قریب وہ سب ممالک کے لئے ہیں جن کا عربی ادب مستقل ایک موضوع کی حیثیت رکھتا ہے۔

فن تذکرہ میں ۹۷/۹۲۲ ڈیوی نے "رہنمایانِ اسلام" کے لئے مخصوص کیا ہے، اس کی تقسیم میں تذکرہ کے وہ تمام موضوعات آگئے ہیں جن کے لئے ڈیوی میں کوئی نمبر نہیں ہے اور مشرقی کتابخانوں میں ان پر کثرت کے ساتھ کتابیں موجود ہیں مثلاً تذکرہ انبیاء، سیرۃ نبوی، میلادِ نبوی، سیر ومناقب مصائب، تذکرہ اصحاب، تذکرہ صحابیات، تذکرہ صوفیہ، متکلمین، قواد وسپہ سالارانِ اسلام تذکرہ علماء وفقہا ومحدثین۔

آخر میں ۹۷۹/۹۲۲ تذکرہ عام کے لئے رکھا گیا ہے جو بہت ضروری عنوان تھا۔

اصطلاحاتِ علمیہ کتاب کا یہ وہ پہلو تھا جس کا تعلق علم کتاب خانہ (LIBRARY SEIENCE) سے ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ اس کا ایک اور اہم پہلو اس کی اصطلاحاتِ علمیہ ہیں۔

اُردو میں مصطلحات علوم پر ابھی تک بہت کم کام ہوا ہے، اسی لئے کسی بھی فنی اور علمی کتاب کا ترجمہ ایک دشوار مسئلہ بن گیا ہے۔ خصوصاً "ڈیوی" جیسی ضخیم کتاب کا ترجمہ جو خالص اصطلاحات کی کتاب ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان اصطلاحات کے ترجموں میں مؤلف نے جس دقتِ نظر سے کام لیا ہے وہ داد طلب ہے۔ مؤلف نے کسی ایک ڈکشنری یا مصطلحات کی کسی مخصوص کتاب پر اعتماد نہیں کیا ہے بلکہ اس سلسلے میں وہ تمام اختلافات بھی ان کے سامنے رہے ہیں جو اکثر اصطلاحات کے ترجموں میں نظر آتے ہیں۔

اُردو کی بہ نسبت چونکہ ہندی میں مصطلحات پر کافی کام ہو چکا ہے اور تیزی کے ساتھ جاری ہے اس لئے

مؤلف نے عربی و فارسی کے ساتھ ساتھ ہندی مصطلحات کی کتابوں کو بھی سامنے رکھا ہے اور جہاں ضرورت سمجھی ہے وہاں اصل ہندی کی اصطلاح بھی نقل کر دی ہے، جس سے کتاب کی افادیت میں کافی اضافہ ہو گیا ہے، کم از کم پڑھنے والا ترجمہ کی صحت سے ضرور مطمئن ہو سکتا ہے، یہ التزام علم الحیوانات (ZOOLOGY) علم النباتات (BOTANY) اور علم المتحجرات (PALEONTOLOGY) میں بہت زیادہ ملتا ہے۔

مؤلف کی یہ کوشش بھی رہی ہے کہ اُردو میں جس قدر اصطلاحات آ چکی ہیں، ان کی تلاش کی جائے چنانچہ انھوں نے اس قسم کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے اور زیادہ تر ان ہی اصطلاحات کو باقی بھی رکھا ہے، لیکن اختلاف کی صورت میں کہیں کہیں ترمیم بھی کی ہے مثلاً "Sapindaceae" کا ترجمہ ڈاکٹر عبدالحق کے یہاں فیصلہ ریٹھویہ ملتا ہے۔ قیصر صاحب کو یہ لفظ غالباً عربی ترکیب کے ساتھ پسند نہیں آیا، اس لئے انھوں نے اس کا ترجمہ "فیصلہ بندقیہ" کیا ہے اور بریکٹ میں (ریٹھا) لکھ دیا ہے تاکہ سمجھنے میں دشواری نہ ہو، اسی طرح "Asaceae" کا ترجمہ زمیں قندیہ کے بجائے "فیصلہ قلقاسیہ" "Cyperaceae" کا ترجمہ کسیرویہ کے بجائے فیصلہ سعدیہ، میری رائے میں قلقاس اور سعد بالترتیب "Ara" اور "Cypera" کا بالکل صحیح ترجمہ ہیں اُردو میں چونکہ ان کے مقابل کوئی لفظ نہیں ہے اس لئے ان کے پیشروؤں کو کھینچ تان کر کے یہ الفاظ رکھنے پڑے۔

یہاں اس حقیقت کا بتانا بھی ضروری ہے کہ علم النباتات کی بیشتر اصطلاحات وہ ہیں جو عربی سے انگریزی میں لی گئی ہیں۔ بلکہ کہیں کہیں تو تلفظ بھی بالکل ایک ملتا ہے مثلاً

قرنفل	Caryophylla	اخن	ochna
بلسمینہ	Balsamina	آبنوس	Ebena
اصطرک	Styra	صندل	Santala
بتولا	Betula	موز	Musa
زنجبیل	Zingibera		

مذکورہ بالا مثالوں پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ دونوں کا تلفظ کتنا ملتا جلتا ہے، یہ تمام نام وہ ہیں جو عربی سے انگریزی میں آئے ہیں اور اپنے اصل تلفظ کے ساتھ آئے ہیں، اس لئے میری رائے میں علم النباتات کی اصطلاحات کا صحیح ترجمہ اگر مل سکتا ہے تو صرف عربی میں، اردو میں لاکر ان کو ہلکا کیا جاسکتا ہے لیکن بدلا نہیں جاسکتا، قیصر صاحب نے اس نزاکت کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے اور زیادہ تر اصطلاحات کا ترجمہ عربی لفظ سے کیا ہے جو ان کے وسعت مطالعہ کا ثبوت ہے۔

Thallophyta کا ترجمہ "نباتات مضغویہ" کیا ہے، جس میں بہت تکلف نظر آتا ہے، قیصر صاحب نے اس کا ترجمہ "نباتات بارضیہ" کیا ہے جو خالص ٹکنکل لفظ ہے اور عربی میں متداول ہے غرضکہ اس قسم کے بہت سے مقامات اس ترجمے میں میری نظر کے سامنے آئے جو مؤلف کی سلامتی طبع اور مذاقِ سلیم کا ثبوت ہیں۔

بعض بعض ترجمے بالکل نئے ہیں جن کو اردو لسانیات میں ایک اہم اضافہ کہا جاسکتا ہے مثلاً "Physiology" کا لفظ انگریزی میں کثرت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہیں "علم وظائف اعضا" یہ ترجمہ اگرچہ صحیح ہے لیکن ایسے مقامات پر جہاں یہ لفظ ترکیب کی صورت میں آتا ہے تو پھر ترجمہ بڑا پیچیدہ ہوجاتا ہے مثال کے طور پر "Physiological efacts" کا ترجمہ کیا کیا جائے گا؟ غالباً اسی دشواری کے پیشِ نظر قیصر صاحب نے اس کا ترجمہ "علم فسلجہ" کیا ہے اب Physiological efacts کا ترجمہ بھی نہایت آسان ہوجاتا ہے یعنی فسلجاتی اثرات۔

یہ لفظ اگر انھوں نے جدید عربی سے لیا ہے تو تلاش قابلِ داد ہے اور اگر خود بنایا ہے تو فکر کی داد دینی پڑتی ہے۔

اسی طرح Ecology کا ترجمہ علم ماحولیات غالباً نیا ترجمہ ہے۔

حیوانات کے جنسی اور نوعی ناموں کا ترجمہ جس خوبصورتی کے ساتھ کیا گیا ہے اس کا اندازہ حسب ذیل چند مثالوں سے کیا جاسکتا ہے۔

۱- مشیمیات (آنول نالی حیوانات) — Eutheris

۲- ارنبیات — Lagomorpha

۳- عصفوریات   Passeriformes

۴- برثنیات (پنجہ شگافتہ حیوانات)   Fissipeda

۵- حیوانات رئیسہ   Primates

قدمیں انسان اور بندر کی طرح لمبے

۶- حیوانات اشتریہ   Tylopoda उष्ट्र महागण

۷- حیوانات اسفنجیہ   Parazoa

۸- زنبوریات   Vespidae

۹- نحلیات   Apidae

علم النباتات (Botany) میں جہاں فصیلوں کی تنسیق کی گئی ہے، ان کے ترجمے میں معلوم نہیں مؤلف کو کتنا مطالعہ کرنا پڑا ہوگا اس لئے کہ اردو میں ابھی تک ان کا ترجمہ نہیں ہوا، حیدرآباد سے جو دو چار کتابیں علم النباتات پر شائع ہوئی ہیں ان میں فصیلوں کے نام انگریزی ہی میں رکھے گئے ہیں۔

علم انجینیرنگ میں جہاں پلوں کی قسمیں دکھائی ہیں، ان کے ترجمے ملاحظہ ہوں:-

۱- عمودی پل   Girder bridges

۲- قینچی دار پل   Trestle bridges

۳- توڑے دار پل   Cantilever bridges

۴- سیگاری پل   Tubular bridges

۵- جھولا پل   Suspension bridges

۶- محرابی پل   Arch bridges

۷- پیچیدہ پل   Compound bridges

۸- اٹھاؤ پل   Swing bridges

چند اصطلاحات علمِ موسیقی کی بھی ملاحظہ ہوں۔

نوازندے	Musicians
سازندے / نغمہ نگاراں	Composers
فواصل	Interludes
مہنالی ارگن / پتی دار ارگن	Reed organ
آلات وتریہ	String instruments
گام نظامی	Marches
دانگ	Pitch
صندوق موسیقی / جعبۂ ساز	Music box

غرض یہ ہے کہ مولوی صاحب کی یہ کوشش تمام اہلِ علم سے داد کی طالب ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ جلد یا بدیر اپنی داد کو پہنچ کر رہیں گے، خدا انہیں اور مجھے دونوں کو مزید توفیق کار عطا فرمائے، آمین۔

عرب دنیا

اُردو داں طبقہ کی اکثریت کو عرب اور بلادِ عرب سے ایک دلی تعلق ہے مگر خود اُردو میں ان ممالک کے بارے میں بہت کم معلومات ملتی ہیں، پچھلے سفرنامے اب بہت پُرانے ہو چکے، بعد کی اہم چیزیں جن کا اُس وقت وجود نہ تھا یا اتنی اہمیت حاصل نہیں ہوئی تھی ان کی معلومات سے یکسر خالی ہیں، اِس کمی کو پورا کرنے کے سلسلے میں مولانا محی الدین الوائی، ایم، اے (الازہر، قاہرہ) کی یہ کوشش یقیناً پسند کی جائے گی، الوائی صاحب نے خلیج فارس سے مراکش تک پھیلے ہوئے تمام عرب ممالک کے عام ملکی جغرافیائی، ثقافتی اور معاشرتی حالات، اقتصادیات اور آج کی رواں تحریکات کا مکمل جائزہ لیا ہے، اخبار بیں حضرات کے لئے ہر وقت کی ساتھی، ابتدائی کتاب میں ایک رنگین نقشہ بھی ہے جس سے عرب ممالک کے محلِ وقوع پہ پوری روشنی پڑتی ہے۔ ۱۱۴ صفحات، صاف ستھری کتابت وطباعت، قیمت مجلد ۵۰/۱

مکتبۂ برہان، اردو بازار۔ جامع مسجد دھلی ۶